حسینیت

کمالِ انسانیت کی تفسیر

علامہ سید ابن حسن صاحب قبلہ جار چوی

(باقی صفحہ ۱۳ پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے واقعات کا اعادہ کرتی رہتی ہے اور دنیا کے تھیٹر میں آئے دن پرانے تماشے نئے پردوں کے ساتھ دکھائے جاتے ہیں، لیکن آج سے تیرہ سو برس پہلے حق و باطل نور و ظلمت، کفر و اسلام، استبداد اور حریت سرمایہ داری اور مزدوری کی یادگار جنگ کا جو ڈرامہ کربلا کے میدان میں دکھایا گیا تھا اس کی نظیر نہ تاریخ کے اوراق پر ملتی ہے اور نہ تماشا گاہ عالم کے اسٹیج پر، حسینؑ کی درد بھری داستان کربلا میں آل محمدؐ کی تباہی کا قیامت خیز منظر، رسولؐ اسلام کی وصیتوں کی کھلم کھلا توہین، کمزور انسان کی اس قلبی کیفیت کی ایک زبردست مثال ہے جو خود غرضی، حرصِ دنیا اور مطلب پرستی کے دیوتا کی پرستش سے پیدا ہوتی ہے تیس بتیس سال کا وہ ضدی نوجوان، جس کو زمانے نے امیر المومنین بنا دیا تھا جو رسولؐ اسلام کا جانشین اور خلیفہ کہلاتا تھا جس کے منہ سے نکلی ہوئی بات قانون شریعت تھی جس کے حرکات وسکنات سنتِ رسولؐ سمجھے جاتے تھے دراصل اس سیاسی اجتماع کی صدائے بازگشت تھا جو آلؑ محمدؐ کے جائز حقوق پر فاتحہ پڑھنے کے لئے بعد رسولؐ منعقد کیا گیا تھا۔

ابوسفیان کے سیاسی فرزند زیاد کا لاڈلا بیٹا عبداللہ انسان نہ تھا۔ اس کے دل سے وہ تمام جذبات فنا ہو چکے تھے جو حیوانِ ناطق اور حیوانِ مطلق کے درمیان حد فاصل بناتے ہیں، وہ انسانی لباس میں ایک درندہ تھا اور شاید اس سے بھی بدتر برخلاف اس کے فاطمہؑ کا فرزند، رسولؐ اسلام کا نواسہ ان تمام فضائل کا مجموعہ تھا جو انسان کے لئے باعث فخر ہو سکتے ہیں۔ اس کا قلب سر چشمۂ ہمدردی تھا اس کا ہر قدم بنی نوع انسان کی فلاح اور بہبودی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی کتاب حیات کا ایک ایک ورق کمالِ انسانیت کی تفسیر تھی، ٹھیک اس وقت جب دنیائے اسلام سرمایہ کے نشہ میں سرشار تھی، جب تیرے میرے مال پر مسلمان دانت لگائے بیٹھے تھے جب ملکوں کی مہذب لوٹ مارنے بھوکے عربوں کے دماغوں کو چکرا دیا تھا۔ جب ظلم اپنے آپ کو پورے طور پر عریاں کر چکا تھا۔ جب استبداد جو سرمایہ داری کا پہلا نتیجہ ہے اپنے تمام جاہ وجلال کے ساتھ منظرِ عام پر آ چکا تھا۔ مزدور باپ کا مزدور بیٹا مساوات اور آزادی کا بھولا ہوا سبق پڑھانے کے لئے اٹھا، اور صرف زبان سے نہیں بلکہ عمل کے ذریعہ سے اس نے اس حقیقت کو عریاں کر دیا کہ ظالم اور جابر حکومت کے زیر سایہ ذلت کی زندگی بسر کرنا مظلوموں کی آہ و زاری سن کے خاموشی اختیار کرنا سرمائے کے بڑھتے ہوئے خطروں کو دیکھنا اور ان کے خلاف آواز نہ اٹھانا، آلِ رسولؐ کے شعار کے منافی ہے وہ اپنے ذاتی مصائب پر صبر کر سکتے تھے وہ اس مذہبی تنگ نظری کو برداشت کر سکتے تھے جس نے ان کے شیعوں کے وجود کو خطرے میں ڈال دیا تھا لیکن ان سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ قوانینِ اسلام کی کھلم کھلا توہین کی جائے اور ایک ننگِ انسانیت جزیرۃ العرب کے ہر شریف باشندے پر عرصۂ حیات تنگ کر دے اور وہ دیکھتے رہیں۔ یزید جیسے بداطوار، شرابخوار اور خود پرست بادشاہ کا وجود سیاسی حیثیت سے بھی اسلامی سلطنت کے لئے ایک خطرہ تھا وہ ایک اموی دل رکھتا تھا۔ بے رحمی اور سنگ دلی میں اس نے اپنے آباؤ اجداد کی پوری پیروی کی

لیکن قدرت نے اس کو اموی دماغ نہیں دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ امورِ سلطنت میں وہ ہر جگہ ٹھوکر کھاتا تھا۔ دیکھو اس کے دورِ حکومت میں جابجا بغاوتیں شروع ہو گئیں اور سلطنت کے نئے نئے دعویدار پیدا ہونے لگے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے جانشین مولوی ثناء اللہ امرتسری یزید کے تدبر حسن سیاست اور معاملہ فہمی کی جتنی چاہیں تعریف کریں لیکن تاریخ تو اس کی سیاسی غلطیوں کو عالم آشکارا کر چکی ہے بے شک وہ کسی بزم نشاط کی زینت کا باعث ہوسکتا تھا بے رحم شکاریوں کا کوئی گروہ اس پر ناز کرسکتا تھا اس کے وجود سے کسی میکدے کی رونق بڑھ سکتی تھی۔ دکن کے پنڈاریوں ممالک متوسط کے بے رحم ٹھگوں اور وسط ایشیا اور روس کے ظالم انارکسٹوں کی کوئی ٹولی اس کو سرمایۂ افتخار سمجھ سکتی تھی مگر اسلام جو امن وامان کا دعویدار ہے ظلم وجور کے مٹانے کا مدعی ہے۔ مساواتِ عامہ کا حامی ہے، اپنے بنیادی اصول کو مٹائے بغیر اس کی حمایت میں آواز بلند نہیں کرسکتا تھا۔

یہ مسلمانوں کی بدقسمتی تھی کہ استخلاف، غلبے اور اجماع کے ذریعہ سے جو خلیفہ ان کی گردن پر سوار کیا گیا (یزید) وہ نہ صرف عرب بلکہ خود اموی خاندان کی تباہی کا باعث بن گیا۔ یزید اور اس کے خون آشام نیم وحشی ایجنٹ حسینؑ کو قتل کر کے خوشیاں منا رہے تھے کہ قوت اور طاقت کا مظاہرہ روحانیت اور صداقت پر غلبہ حاصل کر رہا ہے لیکن تلوار کی ہر وہ ضرب جو آلِ محمدؑ اور ان کے ساتھیوں پر پڑتی تھی دراصل خاندانِ بنی امیہ کے تابوت کی ایک کیل بنتی جاتی تھی۔

لوگ کہتے ہیں کہ حسینؑ کے عدم تدبر کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے پیروں سے موت کی طرف چلے آرہے تھے۔ ان کی نظریں مستقبل کے پردے میں اس تباہی کو دیکھ رہی تھیں۔ کوفہ والوں کی بے وفائی مشہورِ عالم تھی۔ مگر وہ تھے کہ کوفیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ انہوں نے لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کو نظر انداز کر دیا۔ وہ دیدہ ودانستہ آتشِ حرب میں کود پڑے، اور اس طرح نہ صرف اپنی جان کو ضائع کیا بلکہ تمام بنی ہاشم کے گھر میں ماتم کی صفیں بچھا گئے مدینہ حرمِ نبی تھا۔ مکہ دارالامن تھا ان دونوں کو چھوڑ کر عراق کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ (وہ عراق جس نے ان کے باپ کو دھوکا دیا۔ جس نے ان کے بڑے بھائی کے ساتھ دغا کی)۔

آؤ تاریخی واقعات کی روشنی میں حسینؑ کے طرزِ عمل پر ایک سرسری نظر ڈالیں، امام حسنؑ اور معاویہ کے صلحنامہ کے بعد عرب میں اچھا خاصہ امن ہو گیا تھا گو معاویہ اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ سیکڑوں مرتبہ صلحنامہ کے شرائط کی توہین کی امیرالمومنینؑ علیؑ پر بلا ناغہ لعنت ہوتی تھی عراق کے شیعہ پوشیدہ سازشوں کے شکار بنائے جاتے تھے۔ ان کے وظیفے ضبط ہو گئے تھے۔ ان کی جاگیریں چھین لی گئیں تھیں یہ سب کچھ تھا مگر آلِ محمد کی طرف سے صلحنامہ کے شرائط کا پورا پورا احترام کیا گیا۔ گو معاویہ کی وفات کے بعد سلطنت صلحنامہ کے شرائط کے مطابق حسینؑ کو ملتی تھی لیکن حسینؑ نے کبھی سلطنت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، وہ اپنے نانا رسولِ عربی کی قبر کے مجاور تھے۔ اور ٹوٹے ہوئے بوریئے پر بیٹھ کر عبادت کرنا تخت خلافت سے بہتر جانتے تھے۔ اگر یزید کو سیاست سے ذرا بھی لگاؤ ہوتا تو وہ اپنے ہوشیار اور جہاندیدہ باپ معاویہ کے اس آخری مشورے پر ضرور عمل کرتا جس کے الفاظ یہ تھے:۔

> ''اے میرے پیارے یزید! میں نے تیری خاطر زمین وآسمان کو ایک کر دیا ہے۔ عرب کے بڑے بڑے سرکشوں کو تیری بیعت پر آمادہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن شکر ہے کہ سب مشکلات حل ہو گئیں، اب دو تین آدمی رہ گئے ہیں، ایک عبداللہ ابن عمر، دوسرے عبداللہ ابن زبیر تیسرے حسینؑ ابن علیؑ، عبداللہ ابن عمر ایک سست آدمی ہے وہ خوشامد کا بندہ ہے۔ زبیر کا فرزند چالاک اور فتنہ جو ہے اس کے شر سے غافل نہ رہنا، رہے حسینؑ، آہ وہ رسولؐ کے فرزند ہیں،

فاطمہؑ کی یادگار ہیں۔ ان سے مزاحمت نہ کرنا لیکن
بسترِ مرگ پر یہ خیال تیرے باپ کو تکلیف دے
رہا ہے کہ تو اس آخری وصیت پر شاید عمل نہ کرے
گا۔ اے یزید! حسینؑ اپنی جان دے دے گا مگر
تیرے ہاتھ پر بیعت نہ کرے گا۔ آہ حسینؑ کی
موت اموی خاندان کے خاتمہ کا پیش خیمہ ہوگی۔''

انجام میں معاویہ کے یہ الفاظ عرب کی اس وقت کی پوری پالیٹکس (سیاست) کا ایک خلاصہ تھے، اگر یزید اس مشورے پر عمل کرتا تو آج اسلام کی تاریخ اس قدر دردناک نہ ہوتی، ناتجربہ کار، عیش پرست اور نوعمر خلیفہ نے سب سے پہلے جو فرمان صادر کیا وہ دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔

یزید آج کل کے فیشن پرست نوجوانوں کی طرح شاید اپنے باپ کو بیوقوف سمجھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مرض نے اس کے حواس مختل کر دیئے ہیں کبرسنی نے اس کے حوصلوں، ولولوں اور جوش وخروش کو سرد کر دیا ہے اور میں تو اب عملی دنیا میں داخل ہو رہا ہوں، یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص میرے حکم سے سرتابی کرے اور موت کے گھاٹ نہ اتارا جائے میری سلطنت میں رہے میرے امن وامان سے فائدہ اٹھائے اور بیعت نہ کرے۔

آہ! جس بات کا معاویہ کو خوف تھا وہ ظاہر ہو کر رہی، یزید نے حسینؑ کے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔ رسولؐ کا مدینہ حسینؑ کے لئے دارالامن نہ رہا، ان کی جان خطرے میں پڑ گئی لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ کو مدنظر رکھتے ہوئے حسینؑ نے مدینہ کو خیر باد کہہ دیا۔ وہ رات جس کی صبح کو تاجدارِ مدینہ کا فرزند مکہ کی طرف چلا ہے قیامت کی رات تھی، حسینؑ رسولؐ کے مزار سے لپٹے ہوئے رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے:۔

''اے دین ودنیا کے بادشاہ! آپ کا امن پسند نواسہ آج
وطن سے نکالا جاتا ہے۔ اس کو قتل کی دھمکی دی جارہی ہے۔
سلطانِ مدینہ! آپ کو خبر ہے کہ میں دنیاوی
سلطنت کا خواہاں نہیں میں آپ کے مزار پر رہ کر
دین و مذہب کی خدمت کرنا ہی بادشاہت سمجھتا
ہوں، اے نانا! آپ کی پیاری دختر کا چھوٹا فرزند
آج مصیبت میں گرفتار ہے، گرمی کے دن ہیں،
راہ میں پانی کی قلت ہے، ننھے ننھے بچوں کا ساتھ
ہے یا رسولؐ اللہ! میں کہاں نکل جاؤں، کس جگہ جا
چھپوں! آہ! اس بھرے کنبہ کو کس کے حوالے
کروں میرے بعد ان کی حفاظت کرنے والا کون
ہے؟ نانا جان! اب دنیا رہنے کے لائق نہیں رہی،
آپ کی امت نے بابا جان کے ساتھ کیا کیا، بھائی
حسنؑ پر کیا کیا ظلم کئے، آہ آپ کے ہرے
بھرے گھر کی نشانی ایک میں رہ گیا ہوں خدا کے
لئے مجھے جیتے جی اپنی لحد میں لے لیجئے کہ قیامت
تک آرام کی میٹھی نیند سوتا رہوں۔''

رات کا وقت تھا، چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا، حسینؑ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ خواب میں اپنے پیارے نانا کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔

''اے بقیۂ پنجتن! اے میری مظلوم دختر کی نشانی!
تیرے مصائب نے تو اوّلین وآخرین سب کو رلا
دیا ہے۔ بیٹا صبر کر، اور امت کی خاطر صحرانوردی
بھی کرنی پڑے تو خوشی خوشی اختیار کر۔
پیارے! تیری مصیبتیں قیام اسلام کا باعث
ہوں گی لو آخری سلام۔''

حسینؑ خواب سے چونکے تو دیکھا قبر رسولؐ ہے رات کا سناٹا ہے اور تنہائی کا عالم ہے ایک مرتبہ پھر اپنے نانا کی قبر پر حسرت بھری نگاہ ڈالی اور جنت البقیع کے قبرستان کی طرف قدم اٹھایا، اپنی دکھیاری ماں کی قبر پر آئے اور باآواز بلند فرمایا:۔

''اے تاجدارِ مدینہ کی دختر، اے مظلوم ماں!
اپنے فرزند کا آخری سلام لیجئے، کون جانتا ہے کہ
پھر آپ کی قبر پر آنا ہوگا یا نہیں اماں جس فرزند کو

آپ نے چکی پیس پیس کر پالا تھا، جس کی ذرا سی تکلیف سے آپ پریشان ہو جاتی تھیں، آج وہ سخت گرمی کے موسم میں گھر سے نکالا جاتا ہے اماں! اپنے پیارے فرزند کو رخصت فرمایئے، وہ تنہا عازم سفر نہیں ہے۔ آپ کی زینبؑ اور ام کلثومؑ بھی اس کے ساتھ ہیں، اماں! کل آپ کا گھر سنسان ہو جائے گا۔ مدینہ کی رونق جاتی رہے گی۔ آہ! اب آپ کی قبر پر روزانہ فاتحہ پڑھنے کون آئے گا۔ تمنا تھی کہ موت آئے تو آپ کے پہلو میں آ کر آرام کروں، آہ اب وادیٔ غربت میں قبر بنے گی۔''

حسرت و یاس سے ماں کی قبر پر ایک آخری نگاہ ڈالی، پھر امام حسنؑ کے مزار پر آئے اور فرمایا:۔

''اے مظلوم اور مسموم بھائی! بھائی کی جدائی کا وقت آن پہنچا، ہم اپنی قبر کی طرف جانے کو تیار ہو گئے، یہ مدینہ آپ کو مبارک ہو، ہم کسی جنگل میں ڈیرہ ڈالیں گے، بھائی۔ یزید نے آپ کے صلحنامہ کی خاک قدر نہ کی، وہ سلطنت تو کیا واپس دیتا، ہماری جان کے درپے ہو گیا۔''

جنت البقیع سے لوٹ کر حسینؑ گھر آئے اور سفر کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے یہ نہ خیال کرنا کہ فاتح خیبر کا فرزند بزدل تھا، موت سے ڈرتا تھا۔ مصائب کے برداشت کرنے سے گھبراتا تھا، نہیں وہ اپنے بزرگوں کو بتا رہا تھا کہ اب مدینہ میرے لئے دارالامن نہیں رہا۔ یزید قتل کا فرمان میرے لئے جاری کر چکا ہے، اگر میں مدینہ میں رہوں گا تو ضرور قتل کر دیا جاؤں گا اور حرم رسولؐ کی حرمت برباد ہوگی حسینؑ نے اعلیٰ درجہ کے تدبر سے کام لیا اور خطرے کے مقام کو خالی کرنے کی ٹھان لی۔

۳؍شعبان کو حسینؑ مدینہ سے چلے اور منزلیں طے کرتے ہوئے چند روز بعد مکہ میں آ داخل ہوئے۔ مکہ وہ مقام تھا جہاں مچھر تک مارنے کا حکم نہیں (وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِناً) حسینؑ نے چاروں طرف نظر ڈالی لیکن مکہ سے بہتر امن کا مقام خیال میں نہ آیا۔ اس لئے وہ وہیں قیام پذیر ہو گئے۔

دیکھو! حسینؑ نے خطرے سے بچنے کے لئے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی، وہ حتی المقدور اپنے آپ کو بچاتے ہی رہے، لیکن حالات مختلف تھے، زمانے کو کچھ اور منظور تھا، مکہ بھی حسینؑ کے لئے دارالامن نہ رہا۔ یزید نے سیکڑوں شامیوں کو حاجیوں کے لباس میں حسینؑ کے قتل پر مامور کر کے مکہ کی طرف روانہ کر دیا، اب اگر حسینؑ مکہ میں رہتے تو ضرور خونریزی ہوتی اس لئے حج سے ایک دو دن پہلے حسینؑ مکہ سے چل کھڑے ہوئے۔

آہ! جب تمام دنیائے اسلام کے باشندے مکہ میں جمع ہو رہے تھے جب ان کے نانا کے مقرر کردہ حج کا زمانہ قریب آ رہا تھا حسینؑ مکہ کو خیرباد کہہ رہے تھے۔ قیام مکہ کے زمانہ میں کوفہ والوں نے ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں خط حسینؑ کے نام بھیجے اور ان کو کوفہ آنے کی دعوت دی لیکن حسینؑ ان کے حالات سے واقف تھے ان کی عادتوں کو جانتے تھے، انہوں نے ان خطوط کی طرف مطلق اعتنا نہ کی آخری خط میں کوفہ والوں نے لکھا تھا۔

''اے حسین! اگر آنا ہو تو آیئے ورنہ قیامت کے روز ہم آپ کے نانا سے کہہ دیں گے کہ ہم نے امامؑ وقت کو دعوت دی ہم ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار تھے لیکن وہ جان چھپائے مکہ میں بیٹھے رہے انہوں نے فرض امامت کی ادائیگی میں کوتاہی کی وہ اعلائے کلمۂ حق سے باز رہے۔''

بے شک بحیثیت امامؑ کے حسینؑ کا یہ فرض تھا کہ وہ کوفہ والوں کی دعوت پر لبیک کہیں اور ان کو اپنے فیض سے مستفید ہونے کا موقع دیں۔ جب اٹھارہ ہزار آدمی بیعت کے لئے تیار تھے تو بظاہر کوفہ خطرے سے خالی تھا مگر حسینؑ نے یہاں بھی تدبر سے کام لیا اور اپنے جانے سے قبل اپنے بھائی مسلم ابن عقیل کو تحقیق حال کے لئے روانہ فرمایا اور کہہ دیا کہ تم وہاں جا کر لکھو کہ کوفہ کی طرف آنا مناسب ہے یا نہیں۔

ایک طرف تو یزیدی حجاج مکہ میں داخل ہو چکے تھے۔ دوسری طرف مسلم ابن عقیل جیسے خیر خواہ نے لکھ بھیجا تھا کہ کوفہ والے پورے طور پر آپ کی مدد کرنے کو تیار ہیں آپ بے خوف و خطر ادھر چلے آیئے اب مکہ سے نکلنے اور کوفہ کی طرف رخ کرنے کے لئے ظاہری واقعات کی بنا پر حسینؑ کے پاس کون سا عذر رہ گیا تھا، اس لئے حسینؑ نے کوفہ کا رخ کیا راستے میں پہلے تو مسلمؑ بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی، پھر آگے چل کر حر کے لشکر سے دو دو باتیں ہوئیں جس سے ثابت ہو گیا کہ کوفہ بھی دار الامن نہیں ہے۔ اب حسینؑ نے ایک دوسری طرف چلنے کا ارادہ کیا اور قسمت کشاں کشاں اس زمین پر لے آئی جہاں کی خاک میں ملنے کی حضور کو مدت سے آرزو تھی۔

اب صاحبانِ عقل غور کر کے بتائیں کہ حسینؑ خود موت کی طرف بڑھے یا موت نے حسینؑ کا پیچھا کیا۔

نہ پایا چین یثرب میں، نہ کعبہ میں ملی راحت
جدھر جاتے تھے حضرت موت دامن گیر پھرتی تھی

ہم مانتے ہیں کہ کربلا کی جنگ ظاہری واقعات کی بنا پر آلؑ محمدؐ کی زبردست شکست تھی، یزیدی فوج فتح وظفر کے نقارے بجا رہی تھی، کوفہ اور شام میں بازار آراستہ ہو رہے تھے لیکن اس فتح میں بنی امیہ کے زوال کے جراثیم پوشیدہ تھے۔ آلؑ محمدؐ کی تشہیر گو ظاہری اعتبار سے ان کی ذلت ہو لیکن باطن میں اس نے زبردست کام کیا، آلؑ محمدؐ کے صبر و استقلال اور بنی امیہ کے ظلم و ستم کی داستانیں عالم آشکارا ہو گئیں اور جلد ہی رعایا کے خیالات میں ایک زبردست انقلاب پیدا ہو گیا۔ جس نے رفتہ رفتہ بنی امیہ کی بنیادیں ہلا دیں، یزید اور اس کے خاندان والے سب مٹ گئے آج ان کی قبروں کا بھی نشان نہیں ملتا لیکن آلؑ محمدؐ کا عروج ہوتا گیا۔ وہ آج بھی کروڑوں مسلمانوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں ان کا دربار سلاطین کی جبین نیاز کے لئے باعث فخر ہے ان کے مقبرے رحمت الٰہی کا مسکن بنے ہوئے ہیں۔

(ماخوذ از ہفت روزہ رضا کا رسید الشہدؑ اء نمبر جنوری ۱۹۷۶ء صفحہ نمبر ۴۱ تا ۴۵)

(بقیہ صفحہ ۹۶ کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

حواشی

(۳) محمد بن حسین شیخ الاسلام شیخ بہائی (متوفی ۱۰۴۱ھ) جو نہ صرف ایک جید عالم دین تھے بلکہ ایک نہایت اعلیٰ پایہ کے انجینیر بھی تھے۔ مسجد الحرام کے میناروں کا ڈیزائن انہیں نے کچھ اس طرح بنایا تھا کہ اگر طواف کے دوران ان کے درمیان نظر رکھی جائے تو جسم کا زاویہ درست رہ سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۶) ۱ باب العمرۃ خانۂ کعبہ میں داخلے کا ایک دروازہ جس سے داخلہ کا زیادہ ثواب بتایا جاتا ہے۔

(۱۰) ۱ رکن یعنی سنگِ اسود، ۲ مقام ابراہیمؑ، ۳ قائم آلِ محمد امامِ عصر مہدی آخر الزماںؑ

(۱۳) ۱ معجن یعنی گارا بنانے کی جگہ یہاں پر حضرت جبرئیل جنت کی مٹی اور کوثر کے پانی سے خانۂ کعبہ کی تعمیر کے لئے گارا بناتے تھے۔

(۱۴) ۱ حرم کا وہ کونہ جو بابِ کعبہ اور میزابِ رحمت کے درمیان ہے،
۲ میزابِ رحمت کی دیوار کے آگے جو نصف دائرہ میں ایک دیوار بنی ہوئی ہے۔
۳ حجرِ اسماعیلؑ (حجر بروزن ہجر یعنی دیوار) حطیم کا دوسرا نام ہے۔

(۱۵) ۱ میزاب رحمت جسے فارسی میں ناہدان طلا کہتے ہیں حطیم کے سامنے والی دیوار میں کعبہ کی چھت پر آویزاں ہے۔

(۱۶) ۱ صحیفہ کاملہ جو امام زین العابدینؑ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ اس میں بیشتر وہ دعائیں شامل ہیں جو آپ خانۂ کعبہ میں مانگتے تھے۔

(۱۷) ۱ حطیم کے بعد والا حرم کا کونہ، ۲ پناہ کی جگہ۔ بابِ حرم کے بالکل مقابل پشت کی دیوار میں وہ مقام جہاں جناب فاطمہؑ بنت اسد کے لئے دیوار میں حکمِ خدا سے در بنا اور وہ اس راستہ سے حرم میں داخل ہوئیں

(۱۹) ۱ فاطمہؑ بنت اسد حضرت علیؑ کی والدہ گرامی، ۲ فاطمہؑ بنت محمدؐ حضرت علیؑ کی زوجۂ محترمہ

(۳۱) ۱ حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیان کی جگہ جو دعا قبول ہونے کی جگہ ہے

(۳۸) ۱ مکہ معظّمہ کے باہر تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر یہ جگہ ہے جہاں اب ایک مسجد تعمیر کر دی گئی ہے جو مسجدِ تنعیم کہلاتی ہے۔ اور مکہ کے قیام کے دوران عمرہ کے لئے یہیں سے احرام باندھا جاتا ہے۔

(۴۰) ۱ مکہ کے گورنر عمرو بن سعید بن العاص کا بھائی جس نے گورنر کے حکم پر امام حسینؑ کے ترکِ حج کے بعد مکہ سے مراجعت کے خلاف فوجی مزاحمت کی تھی۔ طبری جلد ۶ صفحہ نمبر ۲۱۷، ۲۱۸، ارشاد ص ۲۲۹۔ شہید انسانیت ص ۲۰۷، ۲۰۸

(۴۸) ۱ جناب عونؑ ومحمدؑ میں سے جناب عونؑ جنابِ زینبؑ کے صاحبزادے تھے۔ جب کہ جناب محمدؑ کی والدہ گرامی کا نام خوصاء بنتِ حفصہ بن ثقیف تھا جو قبیلۂ بنی بکر بن وائل سے تھیں۔ جناب عونؑ ومحمدؑ دونوں جناب عبداللہ ابن جعفرؑ کے صاحبزادے تھے (شہید انسانیت۔ از علامہ سید علی نقی نقوی۔ ص ۴۲۴۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء)

(۹۵) ۱ عامر ابن نہشل تمیمی، جناب محمد ابن عبداللہ ابن جعفر ابنِ ابی طالبؑ کا قاتل۔ بحوالہ طبری، ج ۶ / ص ۲۵۶، ارشاد ص ۲۵۳ / ۲۵۲
۲ عبداللہ ابن قیطبہ طائی۔ جناب عون ابنِ عبداللہ ابنِ جعفر ابن ابی طالبؑ کا قاتل (بحوالہ بالا)

(۱۰۸) ۱ آغا سید محمد حسین صاحب مرحوم ابنِ آغا سید محمد مصطفیٰ حسین صاحب لکھنؤ اور کانپور سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑے وضعدار بزرگ اور لکھنؤ کی تہذیب کی منھ بولتی تصویر تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی خواہش کے مطابق یہ مرثیہ ان کے دولت کدہ پر، ناظم آباد کراچی پیش کیا گیا تھا۔